نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی

قرآن وسنت کی روشنی میں

محمد انس حسان☆

Islam is the universal religion which encompasses human life in its totality, and Allah's Messenger set a perfect example to follow in all aspects of life.

He is a light-diffusing lamp (enlightening minds and hearts, and showing the way to those who follow the light.

Prophet Muhammad (peace be upon him) used different methodology to make the religion Islam understandable.

He used the stories, examples, similitudes, metaphors, to bring the peoples towards Allah (S.W.T.).

In the the light of these examples prophet of Allah invited people towards Allah's message.

History giving the testimony that those who accepted the message of the last prophet they attained the success in this world as well as in the hereafter, and those who rejected the faith, they bargained the loss.

Reply Forward

کتاب الٰہی ایک مکمل نور ہے۔اوراس میں تمام احکام الٰہی اپنی تمام تر سچائیوں اور گہرائیوں کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔اورصاحب القرآن حضرت محمد ﷺ نور کا منار ہیں۔آپ کی ذات کامل و برحق ہے۔اورآپ ﷺ کا پیغام بھی آپ ﷺ کی ذات پاک کی طرح کامل واکمل ہے۔آپ کی ذات تمام انسانیت کے لئے اسوہ ہے۔آپ ﷺ انسانیت کے لئے سراج ومنیر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔آپ کی ہدایت میں سعی فلاح وکامیابی ہے۔آپ ﷺ کا دکھایا ہوا راستہ ہی تمام راستوں سے سیدھا اور روشن ہے۔آپ ﷺ کی ذات سے ہی حق کی پہچان ہوتی ہے۔

☆استاد: جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان

مولانا مودودی سیرت سرور عالم میں رقم طراز ہیں:

اگر کتابوں کا وہ تمام ذخیرہ دنیا سے مٹ جائے جو ائمہ اسلام نے سال ہا سال کی محنتوں سے مہیا کیا ہے۔ حدیث و سیر کا ایک ورق بھی دنیا میں نہ رہے۔ جس سے محمد ﷺ کی زندگی کا کچھ حال معلوم ہوسکتا ہے۔ اور صرف کتاب اللہ (قرآن) ہی باقی رہ جائے تب بھی ہم اس کتاب سے ان تمام بنیادی سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں جو اس کے لانے والے کے متعلق ایک طالب علم کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔(۱)

گویا قرآن پاک میں جہاں تمام دینی و دنیاوی معاملات کی تفصیل و راہ نمائی موجود ہے۔ وہاں یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ یہ اپنے لانے والے کے بارے میں ذکر نہ فرمائے بل کہ قرآن پاک میں تو آپ ﷺ کی بے شمار حیثیات و مناصب کا ذکر بہ درجہ اتم فرمایا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ کے منصب داعی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہی نہیں بل کہ قرآن میں آپ کو ''داعی اعظم'' کہہ کر پکارا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا(۲)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

گویا حضور ﷺ تمام آنے والے انسانوں کی طرف بھی مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات آنے والے انسانوں کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوں گی، آپ ﷺ کے علاوہ اب کوئی دوسرا نبی اور داعی الی اللہ نہیں آئے گا۔ صرف آپ ﷺ کے تیار کردہ افراد ہی دوسروں کو آپ کی تعلیم سے روشناس کروانے کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ یہی بات کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہیں احادیث میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے۔ خود آنحضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

عن عمر و بن شعیب عن ابیه عن جده ، ان رسول الله ﷺ عام غزوہ تبوك قام من اللیل بصلی فاجتمع ... اما انا فا رسلت الی الناس کلهم عامة وکان من قبلی انما یر سل الی قومه(۳)

عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سال ایک رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کے گرد پہرہ دینے کے لئے جمع ہوگئے۔ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو ان

کی جانب رخِ انور پھیرا اور فرمایا کہ ''آ ن رات مجھے پانچ ایسے اعزازات دیے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: (ان میں سے ایک یہ ہے) پہلا تو یہ ہے کہ مجھے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جب کہ مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔

گویا آپ ﷺ ہر اس قوم کے لئے نبی ہیں جو گزر چکی ہے اور جو آگے آنے والی ہے۔ آنے والی قوم میں بھی کوئی نیا نبی و داعی نہیں آئے گا۔ تمام رہتی دنیا تک کے لئے نبی و داعی ہیں اس لئے آپ ''داعی اعظم'' ہیں۔

قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر آپ کو بہ حیثیت داعی یعنی نذیر و بشیر پیش کیا گیا ہے۔ وہ مقامات قرآنی مندرجہ ذیل ہیں۔ جن کی رو سے آپ ڈرانے والے، خوش خبری سنانے والے، خبردار و آگاہ کرنے والے بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّ نَذِيۡرًا وَّ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ○ (۴)

اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (آگاہ کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت میں کئی باتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ جس میں اول یہ ہے کہ نبی ﷺ صرف اپنے شہر یا علاقے یا ملک کے لوگوں کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بل کہ ان تمام انسانوں کے لئے بھی مبعوث کئے گئے ہیں جنہوں نے ابھی اس دنیا میں آنا ہے۔ اسی بات کو قرآن میں دیگر مقامات پر بھی فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک کی پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ مثلاً:

وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ط (۵)

میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تا کہ اس کے ذریعے میں تم کو متنبہ کروں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے۔

نہ صرف قرآن پاک میں بل کہ احادیث مبارکہ میں بھی یہی مضمون مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے مثلاً:

ما انا فارسلت الی الناس کلھم عامة وکان من تبلی انما یرسل الی قومه (۶)

میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیج گیا ہوں۔ حال آں کہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔

دوسری بات جو سورہ سبا کی آیت میں بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے محمد ﷺ کو صرف آگاہ کرنے والا، بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ نہ کہ عذاب دلانے والا بنا کر۔ وہ تم کو صرف نجات و رحمت کی بشارت دینے والا ہے، اور لوگوں کو ان کے رب کے قہر و غضب سے آگاہ کرنے والا ہے۔ جو اس صورت میں لازمی تم پر آئے گا، اگر تم خدا کو ماننے سے انکاری رہے۔ اور ہمارے رسول کی ذمے داری انذار و تبشیر کے بعد ختم ہو جاتی ہے، اور یہ کہ عذاب کس پر آئے گا کیوں آئے گا اور کب آئے گا اس کی ذمے داری ہم پر ہے۔

ولکن اکثر الناس لا یعلمون کی تفسیر میں مولانا امین اصلاحی فرماتے ہیں:

یہ لوگوں کی بدبختی پر اظہار افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو عذاب سے پہلے ایک آگاہ کرنے والا بھیج دیا کہ لوگ چاہیں تو ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کر کے اپنے لئے ابدی رحمت کی ضمانت حاصل کر لیں، لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ رحمت کی جگہ عذاب ہی کے طالب ہیں۔ ان کو اس حقیقت کی خبر نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی طرف رسول بھیج دیتا ہے تو اس پر اللہ کی حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اگر وہ قوم رسول کی تکذیب کر دیتی ہے۔ تو سنت الٰہی کے بہ موجب وہ لازماً تباہ کر دی جاتی ہے۔ (۷)

قرآن میں سورۃ فاطر میں اس حقیقت کی وضاحت یوں فرمائی گئی ہے۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌO اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ط وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌO وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ج جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِO ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِO (۸)

آپ تو بس ایک آگاہ کر دینے والے ہو۔ ہم نے تو آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں ایک نذیر نہ آیا ہو۔ اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان ہوں نے بھی جھٹلایا۔ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے۔ پھر ان لوگوں کو پکڑا۔ جنھوں نے کفر کیا تو دیکھو کیسی ہوئی میری

پھٹکار۔

سورۃ الاحقاف میں اسی بارے میں یوں ارشاد ہوا ہے:

قُلْ مَاکُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَایُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ ط اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآاَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌO (۹)

ان سے کہو! میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں، میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا کچھ نہیں ہوں۔

یہاں فرمایا گیا ہے کہ نبی بھی ایک انسان ہوتا ہے وہ کوئی عجیب مخلوق نہیں ہوتا۔ وہ عام سے ذرا بلند تر و برگزیدہ ہوتا ہے۔ مگر وہ عالم الغیب یا ماضی، حال و مستقبل کے بارے میں نہیں جانتا مگر صرف اتنا ہی جانتا ہے جتنا اس کا رب اس کو بتادے، اس لئے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ محمد ﷺ تمہاری طرح کے انسان ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھ آگے چل کر کیا معاملہ پیش آئے گا، اور میرے اپنے ساتھ کیا ہوگا۔ اور وہ تو صرف اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا وحی کے ذریعے ان کو ودیعت کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں حضور ﷺ کے داعی ہونے کا واضح اعلان فرمایا گیا ہے۔ اس بارے میں مولانا مودودی رقم طراز ہیں:

> ان سے کہہ دو میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا کچھ نہیں ہوں، یعنی میں خدائی اختیارات کا مالک نہیں ہوں کہ عجیب وغریب معجزے تمہیں دکھاؤں جن کے مطالبے تم مجھ سے آئے دن کرتے ہو۔ بل کہ مجھے تو جس کام کے لئے بھیجا گیا ہے، وہ تو صرف یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے راہ راست پیش کروں۔ اور جو لوگ اسے قبول نہ کریں انہیں برے انجام سے خبردار کردو۔ (۱۰)

یعنی داعی کے دو بنیادی کام ہوتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے سے آگاہی دلائے، ان کو سچی ہدایت دے اور جو اس راستے پر چل پڑیں ان کو نجات کی بشارت دے اور جو اس راستے کو جھٹلادیں ان کو برے انجام سے آگاہ کردے۔

قرآن پاک میں مزید منصب داعی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَآاَنَا مُنْذِرٌ صلے ق وَّ مَامِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ O (۱۱)

(اے نبی ﷺ) ان سے کہو" میں تو بس خبردار کرنے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی حقیقی

معبود نہیں وہ یکتا ہے۔

اس آیت میں واضح فرمادیا گیا ہے کہ محمد ﷺ صرف اور صرف خبردار کرنے والے ہیں۔یعنی وہ تم کو دعوت حق کی طرف بلانے والے ہیں۔اور وہ تم پر مسلط نہیں کردیئے گئے کہ تم کو زبردستی غلط راستے سے کھینچ کر سیدھے راستے پر ڈال دیں بل کہ وہ صرف سمجھانے والے ہیں۔اگر ان کی بات سمجھ لوگے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر اپنی بے خبری میں رہنا اور اپنی غفلت میں خوش رہنا چاہتے ہو تو پھر یقیناً تم اس کا انجام بھی دیکھ لوگے۔

سورۃ ص میں مزید ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌO(۱۲)

بے شک میں کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔

یعنی میں صرف خبردار کرنے والا ہی نہیں بل کہ کھلم کھلا خبردار و آگاہ کرنے والا ہوں۔اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اس لئے نازل ہوا ہوں کہ میں ایک کھلے ہوئے ڈرانے والے کی طرح اس دن کی ہولناکی سے تم کو آگاہ کردوں جو ایک دن ضرور پیش آنے والا ہے۔اور میں کوئی غیب دان نہیں ہوں، میں تو صرف کھلم کھلا آگاہی دلانے والا ہوں۔

وما من اله الا الله الوحد القهار: میں نکتہ یہ پوشیدہ ہے کہ گویا آپ عوت کس سے متعلق دے رہے ہیں وہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کی دعوت کا مضمون یہی ہے کہ اللہ ایک ہے۔اس کے سوا کوئی دوسرا معبود والہ نہیں وہ یکتا ہے۔اور وہ زبردست طاقت والا اور سب پر کنٹرول رکھنے والا ہے۔کوئی چیز اس کی طاقت و کنٹرول سے باہر نہیں ہے۔اور یہ کہ وہ اپنا اقتدار و حکومت کے قیام کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔اس نے صرف تمہاری ہدایت و آگاہی کے لئے اپنے محبوب کو داعی بنا کر تمہاری طرف خبردار و آگاہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

منصب داعی کی بحث میں سورۃ الحج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّمَآ اَنَالَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌO فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌO وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِO(۱۳)

اے محمد ﷺ کہہ دو کہ ''لوگوں میں تو تمہارے لئے صرف وہ شخص ہوں جو (براوقت آنے سے پہلے) صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ پھر جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل

کریں گے ان کے لئے مغفرت ہے۔ اور عزت کی روزی اور جو ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے وہ دوزخ کے یار ہیں۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ یعنی میں (محمد ﷺ) تمہاری قسمتوں کے فیصلے کرنے والا نہیں ہوں، بل کہ صرف خبردار کرنے والا ہوں۔ میرا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ شامت آنے سے پہلے تم کو متنبہ کردوں۔ آگے فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔ وہی طے کرے گا کہ کس کو کب تک مہلت دینی ہے اور کب کس صورت میں اس پر عذاب لاتا ہے۔ اور ''مغفرت'' سے مراد ہے خطاؤں اور کمزوریوں اور لغزشوں سے چشم پوشی و درگزر کرنا اور ''رزق کریم'' کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ عمدہ رزق دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ عزت کے ساتھ بٹھا کر دیا جائے۔ (۱۴)

اور ''معاجزۃ'' کے معنی صاحب تدبر قرآن نے یوں بیان فرماتے ہیں:

معاجزۃ کے معنی اس مسابقت کے ہیں جو کسی کو شکست دینے کے لئے کی جائے۔ یہاں اس سے اشارہ کفار کی اس بھاگ دوڑ کی طرف ہے۔ جو نبی ﷺ کو شکست دینے کے لئے وہ کر رہے تھے۔ (۱۵)

اسی ضمن میں مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا قف مَابِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍO (۱۶)

ان سے کہو، میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں، وہ یہ کہ تم اللہ کی خاطر دو دو اور ایک ایک کر کے اٹھو پھر غور کرو۔ تمہارے ساتھی کو کوئی جنون نہیں ہے۔ وہ تو ایک شدید عذاب سے پہلے تم کو آگاہ کرنے والا ہے۔

''یعنی اغراض اور خواہشات اور تعصبات سے پاک ہو کر خالصۃً للہ غور کرو۔ ہر شخص الگ الگ بھی نیک نیتی کے ساتھ سوچے اور دو دو چار چار آدمی سر جوڑ کر بھی بے لاگ طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ بحث کر کے تحقیق کریں کہ آخر وہ کیا بات ہے جس کی بنا پر آج تم اس شخص کو مجنون ٹھہرا رہے ہو جسے کل تک تم اپنے درمیان دانا آدمی سمجھتے تھے۔ آخر نبوت سے تھوڑی ہی مدت پہلے کا تو واقعہ تھا کہ تعمیر کعبہ کے بعد حجر اسود نصب کرنے کے مسئلے پر جب قبائل قریش باہم لڑ پڑے تھے تو تم ہی لوگوں نے بالاتفاق محمد ﷺ کو حکم تسلیم کیا تھا۔ اور انہوں نے ایسے طریقے سے اس جھگڑے کو چکایا تھا جس پر تم سب مطمئن ہو گئے تھے۔ جس شخص کی عقل و دانش کا یہ تجربہ تمہاری ساری قوم کو ہو چکا ہے، اب کیا بات ایسی ہوگئی کہ تم

اسے مجنون کہنے لگے؟ ہٹ دھرمی اور ضد کی بات تو دوسری ہے مگر کیا واقعی تم اپنے دلوں میں بھی وہی کچھ سمجھتے ہو جو اپنی زبانوں سے کہتے ہو؟''(۱۷)

جب کہ ان هو الا نذیر لكم بین یدی عذاب شدید کا '' مطلب یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ اس کے دل و دماغ پر ایک ہی فکر، عذاب اور آخرت کی، ہر وقت سوار ہے۔ اٹھتے بیٹھتے ہر لمحہ وہ تم کو اسی سے ڈراتا اور اسی کے لئے تیاری کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ تمہاری تمام ناقدریوں، دل آزاریوں اور ستم رانیوں کے باوجود تمہارے پیچھے پھرتا ہے۔ تو اس کی یہ بے قراری بھی اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس کو کوئی جنون لاحق ہے بل کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو عذاب تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ لیکن تمہیں وہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کی یہ ساری بے چینی و بے قراری تمہاری ہمدردی میں ہے لیکن تم اپنے اندھے پن کی وجہ سے اس کی ان بے چینیوں اور بے قراریوں کو خبط و جنون پر محمول کرتے ہو''۔(۱۸)

حقیقتاً تو ان لوگوں کو جن میں محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تھا ان کو اس عظیم نعمت کی دل و جان سے قدر کرنی چاہئے تھی۔ اور دوسروں کے مقابلے میں اپنے آپ کو معتبر خیال کرنا چاہئے تھا کہ تمام اقوام میں سے یہ اعزاز ان کی قوم کو ملا ہے جس میں خاتم النبی مبعوث ہوا ہے۔ مگر انہوں نے تو بالکل ہی اس کے برعکس ردعمل کا اظہار کیا کہ وہ شخص جو ان کی ہدایت و نجات کا حریص ہو رہا تھا اس پر انہوں نے جنون و خبطی ہونے کا الزام لگا دیا۔

اس کو ہاتھوں ہاتھ لینے کی بہ جائے اسے اور اس کے ساتھیوں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ جب کہ انہیں گزشتہ اقوام کے ساتھ کیے گئے سلوک سے بھی آگاہی حاصل تھی کہ جو قوم اپنے رب کے بھیجے ہوئے'' نذیر'' کو جھٹلا دیتی ہے اس کی تکذیب کرتی ہے تو وہ گویا قہر الٰہی کو دعوت دیتی ہے۔ اور پھر وہ قوم انجام بد سے آشنا کر دی جاتی ہے۔ اور یہ وہی انجام بد ہے جس سے آگاہی دلانے اور اس میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے ہم نے تم پر ایک احسان کرتے ہوئے اپنا'' نذیر'' بھیجا تھا مگر تم نے اس کو جنونی و خبطی و شاعر کہہ کر جھٹلا دیا۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر بھی آپ کو بہ طور داعی پیش فرمایا گیا ہے:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌO (۱۹)

کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اسی کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی ہوں۔

اس آیت کے آغاز میں ہی فرمایا گیا ہے کہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرو اور اس کے علاوہ کسی

دوسرے کومت پکارو، کیوں کہ میں تو صرف اسی ایک اللہ کی طرف سے تم کو آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری ہدایت اسی کی طرف سے ہے۔ اور میں تمہیں اسی کی طرف بلانے والا ہوں۔ میں تمہیں آگاہی دلاتا ہوں اس دن کے عذاب سے جس میں تم اللہ کا انکار کر کے پھنسنے والے ہو۔ اور میں خوش خبری دلانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ہدایت الٰہی کو تسلیم کر کے اپنی زندگیاں اس کے مطابق گزارنے پر تیار ہیں۔

سورۃ الاحزاب میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآاَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاO وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًاO (۲۰)

اے نبی ﷺ، ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

مولانا امین احسن اصلاحی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہاں نبی کو خطاب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے۔ اور اس منصب کے ساتھ جو ذمے داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تا کہ حضور پر بھی یہ واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں۔ تا کہ دوسروں پر بھی آپ کی شخصیت کی اصلی نوعیت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ منافقین ومخالفین دونوں اس روشنی میں اپنے اپنے رویے کا جائزہ لے سکیں۔ فرمایا کہ اے نبی! ہم نے تم کو شاہد، مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔ ''شاہد'' سے مراد ہے اللہ کے دین اور اس کے احکام ومرضیات کی گواہی دینے والا۔ رسول کی بعثت کا اصلی مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بتائے کہ اللہ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے کن باتوں سے روکا ہے۔ (۲۱)

مبشر ونذیر یعنی آپ ﷺ کا ایک منصب تبشیر وانذار فرمانے کا بھی ہے۔ انذار کا مادہ ''نذر'' ہے۔ امام راغب نے لکھا کہ ''انذار کے معنی کسی خوف ناک چیز سے آگاہ کرنے کے ہیں اور اسی کے بالمقابل تبشیر کا لفظ ہے۔ جس کے معنی خوش خبری سنانے کے ہیں''۔ (۲۲)

انذار کے معنی ہوش یار کرنے، آگاہ کرنے، خبردار کرنے کے ہیں۔ یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں قرآن پاک میں ۱۱۵ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَO (۲۳)

اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو آگاہ کیجئے۔

و داعیا الی اللہ باذنہ، کی تفسیر مولانا امین احسن اصلاحی نے یوں بیان فرمائی ہے:

تم کو اللہ نے اپنے حکم سے اپنی طرف لوگوں کو بلانے کے لئے مامور فرمایا ہے کہ لوگ شیطان اور اس کی ذریات کی پیروی چھوڑ کر اپنے رب کی طرف آئیں۔ اس کے ساتھ ہی ''باذنہ'' کی نبی ﷺ کی تسلی اور اطمینان دہانی کے لئے کہ دعوت الی اللہ کی اس مہم پر خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور فرمایا ہے۔ اس وجہ سے وہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا، بل کہ ہر قدم پر آپ کی مدد و راہنمائی فرمائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کوئی خود ساختہ نبی تو نہیں ہیں کہ اللہ آپ کو بھٹکنے کے لئے چھوڑ دے گا بل کہ یہ ذمے داری آپ ﷺ پر اللہ نے ڈالی ہے تو وہ اس کے اٹھانے میں بھی آپ کی مدد فرمائے گا۔ اور آپ مخالفوں کی تمام مخالفانہ سرگرمیوں کے علی الرغم اپنے مشن میں کام یاب ہوں گے۔ (۲۴)

لوگوں کے لئے ہدایت و راہ نمائی کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کو اس کام کے آغاز کے لئے دوسری وحی میں ہی حکم دے دیا گیا اور بتایا گیا کہ آپ کو کس لئے اور کیوں کر دنیا میں معبوث فرمایا گیا ہے، اور آپ کا منصب کیا ہے۔ اسی منصب داعی کی بہترین عکاسی اس آیت مبارکہ میں فرمائی گئی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (۲۵)

اے چادر لپیٹنے والے! اٹھئے اور لوگوں کو آگاہ (خبر دار، ہوشیار) کیجئے۔

گویا انذار کے معنی لوگوں کو احکام الٰہی و ذات سے روگردانی و صرف نظر کرنے کے انجام سے باخبر و آگاہ کرنا ہے۔ بہ قول سید جلال الدین عمری:

انذار کا منشا اسی منفی عمل تک محدود نہیں بل کہ بہت وسیع ہے اور اس میں انسانوں کی ہدایت کا وہ پورا کام شامل ہے جس کی ذمے داری خدا کی طرف سے پیغمبروں پر عائد ہوتی ہے۔ کوئی قوم انذار کے بعد خدا کی طرف نہ پلٹے تو اس پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور پھر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ انذار کے اس مفہوم اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے معنوی ربط کے بارے میں امام ابن تیمیہ نے لکھا کہ نفس الانذار معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا ہے۔ (۲۰)

آپ کا دوسرا منصب ''بشیر'' کا بھی ہے۔ جس کے معنی بشارت و خوش خبری سنانے والا۔ قرآن پاک میں اس معاملے میں آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر یوں حکم دیا گیا ہے:

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ○ (۲۷)

پس اے محمد ﷺ، اس کلام کو ہم نے آسان کر کے آپ کی زبان میں اسی لئے نازل کیا کہ آپ پرہیزگاروں کو خوش خبری دے دیں اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دیں۔

یعنی ایسے افراد جو درست وغلط میں فرق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کو تو آپ بشارت دے سکتے ہیں اچھے انجام و نیک نامی کی مگر وہ افراد جو صرف جھگڑا اور بات کو طول دینا چاہتے ہیں، اصل میں وہ تمام پیغام کو جھٹلانا چاہتے ہیں تو بس ایسے لوگوں کو عذاب آخرت اور انجام بد سے آگاہ کر دیں۔

نیز خوش خبری بھی ایسے افراد کے لئے جو آپ کی دعوت سے نفع حاصل کرتے ہیں تو وہ خود بھی نفع و فائدہ میں رہتے ہیں۔ مگر وہ افراد جو آپ ﷺ کا انکار کرتے ہیں، آپ کی دعوت کا مذاق اڑاتے ہیں ان کو آپ ﷺ کی آگاہی و دعوت دونوں نفع نہیں دیتیں۔ اس بات کو حضور ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں یوں مثال دے کر سمجھایا:

> حضرت ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے۔ جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے۔ اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے۔ اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے۔ وہ پانی کو روک لیتی ہے۔ اس سے اللہ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور سیراب کرتے ہیں اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں۔ اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا۔ اور اس شخص کی مثال ہے جس نے سر ہی نہ اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا (یعنی اس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچا)۔ (۲۸)

یہاں زمین کی مثال دے کر انسانی نفسیات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ بارش تو ہر زمین پر یکساں برستی ہے۔ مگر کوئی زمین اس بارش سے سیراب ہو کر خوش نما ہو جاتی ہے اور کوئی بنجر و ویران ہی رہتی ہے۔ اس میں بارش کا کوئی قصور یا نقصان نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مبارکہ ہے، وہ تمام انسانیت کے لئے عام ہے۔ اور جو لوگ اس کو قبول فرماتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت سنا دی جاتی ہے۔ اور جو افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعوت پر کان نہیں دھرتے اور سنی ان سنی کرتے ہیں۔ ان کو پھر اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انجام بد سے آگاہ کردیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور جو پیغام آپ نے دوسروں تک پہنچانا ہے۔ وہ بھی آپ پر اتار دیا گیا ہے۔ اس بات کو قرآن میں سورۃ الانعام میں اس انداز میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ (۲۹)

اور یہ قرآن میری طرف بہ ذریعہ وحی بھیجا گیا ہے۔ تاکہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے، سب کو متنبہ (خبردار) کردوں۔

اور یوں انسانیت کی طرف اللہ نے نہ صرف داعی (پیغامبر) کو بھیجا ہے، بل کہ وہ مضمون جس کی طرف دعوت دینی ہے۔ جس سے آگاہی دلانی اور جس سے لوگوں کو خبردار کروانا مقصود ہے وہ بھی اتارا گیا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور مضامین یا کسی دوسری اشیا سے آگاہی نہیں دلانی۔ آپ ﷺ نے صرف اور صرف قرآنی احکام جو احکام الٰہی ہیں، جس میں توحید و رسالت و آخرت، معاملات، اخلاقیات سے متعلق ہر قسم کے احکام موجود ہیں، ان کی طرف دعوت دینی ہے۔ لوگوں کو وحدانیت و شرک سے روشناس کروا کر توحید کو تسلیم کرنے اور شرک کا انکار کروانا ہے۔ رسالت پر ایمان لانے اور آخرت کو بن دیکھے تسلیم کروانا ہے۔ لوگوں کو اپنے معاملات کس طرح درست رکھنے ہیں اور اخلاقیات پر کس طرح عمل کرنا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی طرف حضور ﷺ کی دعوت بلاتی ہے اور حضور صرف انہیں باتوں کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ اپنی دعوت میں اپنی کوئی مرضی شامل نہیں کرتے وہ اپنی ذات سے کچھ نہیں کہتے وہ سراسر وہ عمل فرماتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اسی بات کی عکاسی قرآن میں دوسرے مقام پر یوں فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (۳۰)

وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

گویا حضور ﷺ کی یہ صفت رہی ہے کہ آپ نے ہمیشہ صرف اسی بات کی طرف دعوت دی۔ جو آپ پر وحی کے ذریعے بھیجی گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عام اور آج کے داعی کو بھی اس بات پر عمل کرنا چاہئے کہ وہ صرف اور صرف قرآن وحدیث وسنت کی طرف دعوت دے۔ نہ کہ اپنی ذات، اپنے قوم وقبیلہ کی طرف۔ کیوں کہ یہ ایک غلط طرز عمل ہے اور جہالت کا باعث ہے۔ قرآن میں بھی اس طرز عمل کو

پسند نہیں فرمایا گیا اور یہ کہا گیا کہ تم صرف ایسے افراد کی دعوت قبول کرو جو تم کو قرآن اللہ اور رسول کی طرف بلائے۔ اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کی دعوت قبول نہ کرو۔ اس بات کو قرآن میں سورۃ الاحقاف میں فرمایا ہے:

یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ (۳۱)

اے ہماری قوم کے لوگوں! اللہ کی طرف (دعوت دینے والے) بلانے والے کی دعوت قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ۔

گویا تمام افراد کے لئے واضح فرمادیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی طرف پکارنے والے کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اور محمد ﷺ بہ طور داعی اس بات پر پورے اترتے ہیں، کیوں کہ آپ کی دعوت صرف اور صرف اللہ کی طرف بلانا ہے، اور اسی سے رجوع فرمانا ہے۔ صرف یہی نہیں بل کہ قرآن میں اور بھی بے شمار مقامات ہیں جہاں آپ ﷺ کو نذیر و بشیر پکارا گیا ہے۔ کئی دوسرے مقامات پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں، دیکھئے آپ کی نصیحت کہاں تک فائدہ مند رہتی ہے۔ اور مزید فرمایا کہ آپ بہ ذریعہ دعوت نصیحت فرماتے رہیں۔ کچھ اور نہیں تو یہ بات مومنوں کو تو ضرور ہی فائدہ دے گی۔ اور ہمیں تو حضور ﷺ کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا کہ جن کو بہ طور داعی ہماری طرف اتارا گیا، اور ہمیں ان کی ذات کے طفیل ہدایت و سچائی، حق و اچھائی، تابندگی اور زندگی نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کی دعوت کے مرہون منت ہی انسانیت کو تاریک راہوں پر چراغ ہدایت ملا۔ ورنہ انسانیت تاریکی و ذلالت میں نہ جانے کب تک بھٹکتی اور سسکتی رہتی۔

آپ ﷺ کی ذات ہمارے لئے روشن منارہ ثابت ہوئی۔ آپ کی دعوت پاک سے تمام راہیں روشن ہوگئیں۔ تمام سمتیں واضح ہوگئیں۔ انسانیت کی ہدایت، راستہ، منزل کا سفر آپ کی دعوت سے آسان ہوگیا اور آپ کی دعوت ہی کی بہ دولت وہ افراد جو اس کو قبول کرکے ایمان و عمل صالح میں مشغول ہیں، اللہ کے سامنے فخر سے کھڑے ہوسکیں گے۔ کسی شاعر نے کیا خوب آپ کے بارے میں فرمایا ہے:

ان کے نقش پا سے کرنیں پھوٹتی ہیں رات دن\
رہنما، منزل نشان وہ نقش پا ہے آج بھی

قرآن پاک میں ارشاد تبارک و تعالیٰ ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۳۲)

جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

گویا اللہ کی اطاعت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے۔ اور یہ کہ رسول کی اطاعت کیوں کر ممکن ہے۔ ہم رسول کی اطاعت صرف اس صورت میں کر سکتے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمودات وارشادات کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل کریں، نیز وہ عمل جو آپ ﷺ نے انجام دیئے ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ آپ ﷺ کے یہی فرمودات وارشادات اور اعمال آپ کی سنت ہیں۔ آپ ﷺ کی سنت کو اپنانا اس پر عمل کرنا ہی رسول کی اطاعت ہے۔ اور رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کی سنت کو قابل عمل ٹھہرایا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

اور آپ ﷺ کی زندگی کے اقوال واعمال ومعمولات کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت سنت کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے میں پوشیدہ ہے۔

سنت وقرآن لازم وملزوم ہیں۔ قرآن کو سنت کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔ اسی لئے سنت کو وحی غیر متلو کہا گیا ہے۔ چناں چہ سنت کسی طرح بھی قرآن سے کم لازم احترام نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا ہمیں ارشاد ملتا ہے کہ کامیاب وکامران ٹھہرو گے اور نجات کے راستے کے مسافر بنو گے اگر قرآن کے ساتھ ساتھ میری سنت کو بھی پکڑو گے۔ یعنی آپ ﷺ نے نہ قرآن کو اکیلے اپنانے پر زور دیا اور نہ ہی سنت کو اکیلے اپنانے پر زور دیا۔

اس سلسلے میں حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

یا یھا الناس قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ا بدا کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (۳۴)

اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم ان کو پکڑے رہے تو کبھی بھی گم راہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب، اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

گویا دونوں کی حیثیت ٹھوس ومضبوط ہے ہم کسی ایک کو دوسرے سے بڑا درجہ نہیں دے سکتے۔ بل کہ دونوں ہی لازم وملزوم ہیں۔ قرآن میں جس قدر حضور ﷺ کا ذکر مبارک ہے۔ آپ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جسے قرآن نے بیان نہ کیا ہو۔ اور شاید قرآن کا کوئی ایسا حصہ نہ ہو جسے حضور ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے واضح نہ کیا ہو۔ جس طرح قرآن پاک میں آپ کے بے شمار مناصب ومراتب کا ذکر ہے اسی طرح آپ نے اپنی سنت وحدیث کے ذریعے مزید ان مناصب کا ذکر فرما کر ان کی حیثیت مسلم

کردی۔

ہمیں کتب احادیث میں بے شمار ایسی احادیث ملتی ہیں جن کے ذریعے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو نذیر و بشیر کہا ہے۔ آپ نے قوم کو مخاطب کیا اور کہا ہے کہ میں تمہیں آگاہ کرنے، اور ڈرانے کے لئے آیا ہوں میں عذاب شدید سے آگاہ کرکے بچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ میں داعی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کلام الٰہی کی طرح سنت وحدیث کے ذریعے بھی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ دیگر مناصب کے ساتھ حضور ﷺ دعوت دینے والے داعی کی حیثیت سے بھی مبعوث کئے گئے ہیں، اور آپ کی دعوت دین الٰہی ہے۔ آپ کے اس منصب کو نہایت خوب صورت انداز سے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایت اس جواب پر مشتمل ہے جو نجاشی نے حضرت جعفر بن طیارؓ سے قیام حبشہ کے دوران پوچھا کہ اگر تمہارا داعی آخر کس چیز کی طرف تمہیں بلاتا ہے؟ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے۔ حضرت جعفرؓ نے اس کا جواب اس انداز سے دیا:

بعث الله الينا رسولا منا نعرف نسبه ، وصدقه وامانته وعفا فته وحسن الجوار والكف عن المحارم والاماء(۳۵)

اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاک دامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اس کی عبادت کریں۔ اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہم پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں۔ اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، قرابت جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری اور خون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا۔

گویا حضرت جعفرؓ نے ایک داعی کے مضمون و دعوت کا نقشہ خوب کھینچا ہے۔ حضور ﷺ نے بہ حیثیت داعی لوگوں کو دعوت توحید دی ہے۔ شرک سے منع کیا ہے اور نہایت عمدہ باتوں کی نصیحت فرمائی، یہ کام ایک داعی کے علاوہ کوئی دوسرا اتنا عمدہ طریقے سے نہیں کرسکتا۔

قرآن پاک میں صفات انبیاء کا ذکر آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (۳۶)

پس اللہ نے نبیوں کو بشارت والے اور خبردار کرنے والے بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ کی بھی بڑی صفات میں سے یہ ایک صفت خاص ہے۔ جو قرآن مجید میں دو درجن سے

زیادہ مرتبہ آئی ہے۔ آپ ﷺ کی صفت کے دو صیغے ہیں۔ ایک نذیر اور دوسرا منذر۔ نذیر کے معنی وہ شخص ہے جو خطرے کو جان لیتا ہے۔ اور پھر دوسروں کو اس سے آگاہ کرتا ہے۔ نہ صرف آگاہ کرتا ہے۔ بل کہ اس سے بچنے اور دفاع کرنے کے طریقے بھی بتلاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ کے ذریعے اس منصب خاص پر مہر ثبت فرمائی ہے کہ میں واقعتاً ایسا ہی نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں:

ارایتکم لو اخبر تکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالو ا نعم ، ماجر بنا علیك الا صدقا ، قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (۳۷)

لوگو! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں، ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اس حدیث میں دعوت کا ایک نہایت عمدہ اسلوب ذکر کیا گیا ہے کہ داعی پہلے دعوت دینے والوں سے اپنے کردار کی تصدیق فرمارہا ہے کہ آیا یہ میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ اگر مدعیان داعی کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہوں گے تو یقیناً وہ داعی کی بات پر عمل کریں گے۔

چناں چہ حضور ﷺ نے ان سے کہا کہ اگر تم میری اس بات پر یقین کرتے ہو تو میں تمہیں اس لشکر سے بھی بڑے اور ہول ناک دن کی سفا کی سے آگاہ و خبردار کرنے کے لئے آیا ہوں، تم میری اس بات کو قبول کرو۔ اور دعوت حق کو قبول کرلو۔ کیوں کہ جو میری دعوت کو قبول کرے گا وہ نجات کا حق دار ہوگا اور جو دعوت حق کا منکر رہے گا تو وہ اس معمولی لشکر سے برباد ہونے کی طرح دردناک شدید عذاب سے بھی برباد ہی ہوگا۔

حضور نے اپنی دعوت پر عمل کرنے والوں کے انجام اور عمل نہ کرنے والوں کے انجام کا نہایت خوب صورت الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ ارشاد نبی ﷺ ہے:

انما مثلی ومثل ما بعثنی اللّٰہ بہ کمثل رجل انی قوما فقال یا قوم انی رأیت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنعباء فاطاعة طائفة من قومه ... کذب بما جئت به من الحق (۳۸)

میری اور دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس شخص کی ہے جو اپنی قوم کے پاس

آیا اور کہا کہ اے میری قوم، میں نے اپنی آنکھوں سے دشمنوں کی فوج دیکھی ہے۔ اس لئے میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تم اپنی نجات کی فکر کرلو۔ اور ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور آہستہ آہستہ شروع رات میں ہی چل پڑے اور دشمن سے نجات پا گئے اور کسی نے اس کو جھٹلا دیا۔ اور وہ اپنے بستروں پر صبح تک پڑے سوتے رہے۔ دشمن کا لشکر صبح صبح ان پر ٹوٹا اور ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ بس ٹھیک ہی مثال ہے اس شخص کی جس نے میری بات مان لی۔ اور میرے لائے ہوئے دین و پیغام کی پیروی کی اور اس شخص کی جس نے میری بات نہ مانی اور سچائی کو جھٹلا دیا جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

اس تمثیل میں آں حضور ﷺ نے عربوں کے مروجہ اسلوب تنذیر کی شکل میں دعوت اسلامی اور دین اسلام کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ کیوں کہ اہل عرب کے ہاں غارت گری کے لئے بیشتر صبح کا وقت ہی مقرر تھا۔ اس لئے جب کوئی شخص دشمن کو دیکھ لیتا تو اپنے کپڑے اتار کر کسی اونچی جگہ ان کو ہلاتا تاکہ یہ وحشت ناک صورتحال دیکھ کر لوگ دشمن کی آمد کا یقین کرلیں، اور دشمن کے پہنچنے سے قبل ہوشیار و خبردار ہوجائیں۔ چناں چہ اس کی خبر بھی چشم دید اور سچی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس تمثیل میں علاقائی نفسیات کو مدنظر رکھ کر ان کے ذہنی سطح کے مطابق تمثیل بیان کی۔ جو اسلام کی قبولیت سے انسان کی نجات اور دعوت اسلامی کے انکار سے انسان کی ہلاکت کو ایسی محسوس صورتوں میں پیش کرتی ہے جس کا سمجھنا آسان ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں صرف یہی نہیں فرمایا کہ میں نذیر و بشیر ہوں۔ میں داعی اعظم ہوں بل کہ ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ میں کس چیز سے خبردار کرتا ہوں۔ میں کس قسم کی باتوں کی تم کو دعوت دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل روایت میں یہ بات نہایت واضح فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

دین اللہ الذی اصطفاہ لنفسہ وبعث بہ رسلہ فادعوك الی اللہ وحدہ لا شریك لہ والی عبادتہ والی الکفر باللات والعزی (۳۹)

یہ اللہ کا دین ہے۔ جس کو اس نے اپنے لئے پسند فرمایا ہے اور جس کے ساتھ اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے، لہٰذا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو مانو اور اس کی عبادت کرو اور لات وعزیٰ کا انکار کردو۔

آپ ﷺ نے نہایت واضح الفاظ میں اپنے مقصد دعوت اور مضمون دعوت کا ذکر فرمایا ہے۔

آں حضور ﷺ داعی ہیں اور آپ کی دعوت سب سے پہلے بنیادی عقائد کی طرف بلاتی ہے۔یعنی سب سے پہلے اللہ کو ایک مانو۔ وہ شریک سے پاک ہے، وہ خالق و مالک ہے، اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ آپ کی دعوت کے بنیادی نکات ہیں۔آپ ﷺ نے نہ صرف انہیں قواعد پر اپنی دعوت کا آغاز کیا بل کہ اپنے مبلغین کو بھی اسی کی تلقین کی۔آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو جب یمن بھیجا تو جس بات کی طرف سب سے پہلے اہل یمن کو دعوت دینے کی تلقین کی وہ یہ تھی کہ ''ان سے کہنا کہ تمہارا رب ایک ہے''۔جب وہ مان جائیں تو پھر آپ ﷺ نے دوسری باتوں کی طرف دعوت کا کہا۔گویا آپ کی اور آپ کے صحابہ کی دعوت کا بنیادی مضمون توحید باری تعالیٰ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون ومقصد دعوت کے علاوہ کسی دوسرے مقاصد کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ میں تو عمدہ اخلاق واوصاف کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں یہ بھی آپ کی دعوت کا مضمون ومقصد تھا۔ارشاد نبوی ہے:

بعثت لا تمم مکارم الا خلاق (۴۰)

مجھے اس لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ میں تہذیب وتحسین اخلاق کی تکمیل کروں۔

گویا بنیادی عقائد کی دعوت کے ساتھ عمدہ اخلاق وعادات واوصاف کو اپنانے کی طرف دعوت دینا بھی آپ کی دعوت کا مضمون ومقصد تھا۔ اسی مقصد کی تصدیق ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔

چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب حضور ﷺ کے پیغمبر ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تو سوار ہوکر وہاں جا اور شخص کا حال دریافت کر کے مجھ سے بیان کر، تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کی زیارت کی ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے، اور برائی سے منع کرتا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی راہ نمائی کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور وہ مکارم اخلاق کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔(۴۱)

گویا نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کے اخلاق ورویوں کو درست کرنے کے لئے بہ طور داعی بنا کر بھیجا گیا ہے۔اور داعی کا کام معاشرے میں لوگوں کے اخلاق کو درست کرنا ہے۔اور حضور ﷺ نے اپنے ان مقاصد کو جن کی تکمیل کی خاطر آپ ﷺ کو داعی بنا کر بھیجا گیا تھا بہ درجہ اتم پورے فرمائے۔

بے شمار آیات قرآن کی طرح بہت سی ایسی روایت بھی ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ صرف دعوت پیش کرنے آئے تھے۔وہ اس دعوت دین کو دوسروں پر مسلط کرنے نہیں آئے تھے۔بل کہ ان کی دعوت عام تھی، سب خاص وعام، امیر وغریب، بیمار وتن درست، غلام وحاکم وام اسب

کے لئے جواس کوقبول کرتا ہے،تو وہ اپنی مرضی سے کرتا ہے۔اور جواس کا انکار کرتا ہے اوراس دعوت دین کواپنانے سے دور رہتا ہے،تو یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ وہ اس کے اچھے برے انجام کا خود ذمے دار ہوگا۔ حضور ﷺ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ میری دعوت عام ہے،اور ہر شخص کواس کوقبول کرنے کا اور نہ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

قریش مکہ کا یہ طرز عمل تھا کہ وہ آپ ﷺ سے مطالبات کرتے تھے۔معجزات طلب کرتے تھے۔ اور پھران کا کہنا تھا کہ اگر تم ہمارے مطالبات پورے کردو تو ہم تمہاری دعوت اور دین کوقبول کرلیں گے۔اسی پس منظر میں جب قریش مکہ و یہود آپ ﷺ سے مطالبات کرتے تھے آپ نے ان کومندرجہ ذیل انداز میں نہایت مختصر و پراثر جواب دیا۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ما انا بفاعل وما انا بالذی یسأل ربه هذا وما بعثت الیکم بهذا ولکن الله سبحانه بعثنی بشیر ا و نذیرا فان تقبلوا جئتکم به فهو حظکم فی الدنیا والآ خرة وان تردوه علی اجر لامراللّٰه سبحانه حتی یحکم الله سبحانه بینی وبینکم(۴۲)

میں تمہاری طرف ان چیزوں کیلئے رسول بنا کرنہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں تو بشارت دینے والا اور خبر دار کرنے والا (دعوت لے کر) بھیجا گیا ہوں۔ جسے اگر تم قبول کرلوتو دنیا وآخرت تمہاری خوش نصیبی ہے۔اگر (اس دعوت کو) نہیں مانو گے تو میں حکم الٰہی کا انتظار کروں گا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان جو چاہے فیصلہ کردے۔

اس روایت میں واضح فرمایا گیا ہے کہ میں کس لئے بھیجا گیا ہوں۔میرا کام ومنصب کیا ہے۔ میں جبر کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں تو آسانی وخوش خبری لے کر آیا ہوں۔قرآن میں اس بات کا ذکر بہ درجہ اتم موجود ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں ۔ میں بھی تمہارے سامنے صرف دعوت پیش کرنے کا مکلف ٹھہرایا گیا ہوں۔اس کوقبول کروانے اور ترک کروانے کا کام نہیں کرتا۔ بل کہ میری دعوت عام ہے۔ جو قبول کرتا ہے،وہ خوش نصیب ٹھہرتا ہے۔اور جواس کوقبول نہیں کرتا تو وہ بھی اپنی مرضی کا عمل کرتا ہے۔وہ اس کے انجام کا خود ذمے دار ہوگا۔ ہماری ذمے داری تو صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ہوتی ہے۔ قبول کرنے یا ورد کرنے کا اختیار تو مدعو کے پاس ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے افراد کو اپنی دعوت اور دین کو سمجھانے کے لئے بے شمار اسالیب کا استعمال کیا ہے۔ آپ نے واقعات وقصص و امثال ،تمثیلات و اشاروں،کنایوں سے اپنی دعوت کی حقیقت کو واضح

کیا ہے۔آپ ﷺ نے قوم کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ مجھے کس قسم کا علم دیا گیا ہے۔میری ہدایت جو میں دوسروں کو دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں وہ کس قسم کی ہے،اور نیز میں کن باتوں کی طرف دعوت دینے کے لئے داعی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔حضور ﷺ نے مندرجہ ذیل روایت میں بھی اپنے علم و ہدایت و دعوت کو ایک تمثیل کے ذریعے ذہن نشین کروانے کی کوشش کی ہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مثل ما بعثنی اللہ بہ من الھدی و العلم کمثل الغیث الکثیر ...فذلك مثل من فقه فی الدین ونفعه بما بعثنی اللہ به فعلم وعلم ومثل من لم یرقع بذلك لاسا ولم یقبلك ھدی اللہ الذی ارسلت به (۴۳)

آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے۔جو زمین پر (خوب) برسے۔بعض زمین جو صاف ہوتی ہے۔وہ پانی کو پی لیتی ہے۔اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے۔اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے۔اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں،اور سیراب کرتے ہیں اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑا۔وہ بالکل چٹیل میدان ہی ہیں،نہ پانی کو روکتے ہیں اور نہ سمہ اگاتے ہیں تو یہ مثال ہے اس شخص کی جو دین میں سمجھ پیدا کرے جو علم دین سیکھے اور سکھائے اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔

گویا خدا کے دین اور نبی کی تعلیم و ہدایت ودعوت کا حال بارش جیسا ہے۔جو مردہ زمینوں کو سیراب کر کے اسے گل وگلزار بنا دیتی ہے،بعینہ یہی حال رسول ﷺ کی بعثت کے وقت لوگوں کا تھا۔آپ کی تشریف آوری سے لوگوں کو ہدایت ملی اور ان کی پژمردہ طبیعتیں شگفتہ ہوگئیں۔لیکن جس طرح بارش کے اثرات مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔اسی طرح خدا کی ہدایت کے اثرات بھی مختلف قلوب پر مختلف طرح کے ہوتے ہیں۔

اس حدیث کی روشنی میں ایک طبقہ تو ایسا ہے جس نے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی پہنچایا۔ایک ایسا طبقہ ہے جس نے خود تو فائدہ نہیں اٹھایا۔مگر دوسرے اس سے مستفیض ہوئے ہیں۔یہ دونوں جماعتیں بہ ہر حال بہتر ہیں،اور پہلی کو دوسری پر فضیلت حاصل ہے۔لیکن تیسری جماعت وہ ہے جس نے رسول اللہ کی دعوت پر کان ہی نہیں دھرا۔وہ سب سے بدتر جماعت ہے۔جس طرح کلام الٰہی ہمارے لئے ہدایت کا روشن مینار ہے،بالکل اسی طرح سنت مبارکہ ہمارے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔اگر ہمیں اپنی دنیا

اور عاقبت کو سنوارنا ہے، تو ہمیں قرآنی احکام کو سنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور عمل کی بھرپور طاقت صرف کرنا ہوگی۔

آپ ﷺ کی دعوت دین وحق ہمارے لئے نجات وکام یابی وکام رانی کا پیش خیمہ ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جن افراد نے دعوت حق ودین کو دل وجان سے قبول کر کے اس پر خلوص دل کے ساتھ عمل کیا وہ انسانوں کے دلوں پر آج بھی راج کر رہے ہیں۔ اور جن افراد نے اپنی بدبختی کا خود اپنے ہاتھوں سے سودا کیا اور دعوت دین کو قبول کرنے سے منکر ہی رہے، آج بھی تاریخ اور موجودہ افراد ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کا احسان مند اور شکر گزار ہونا چاہئے کہ ہم امت محمدی میں سے ہیں، اور ہمارے پاس ایک نہیں دو دو عمل نجات اور راہ ہدایت وکام رانی کے ذرائع موجود ہیں۔ ہمیں ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے، اور بہترین امت محمدیہ بن کر دنیا کے سامنے آنا چاہئے۔

حوالہ جات

۱۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ سیرت سرور عالم: ج ۲، ص ۳۱

۲۔ الاعراف: ۱۵۸

۳۔ بخاری: ج ۱، کتاب الصلاۃ باب قول النبی ﷺ جعلت لی الرض مسجد ا وطھورا بہ روایت جابر بن عبداللہ۔ مسند احمد: ج ۲، بہ روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

۴۔ السباء: ۲۸

۵۔ الانعام: ۱۹

۶۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۲۲۲، بہ روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

۷۔ مولانا امین حسن اصلاحی۔ تدبر قرآن: ج ۵، السباء: ص ۳۲۲

۸۔ الفاطر: ۲۳

۹۔ الاحقاف: ۹

۱۰۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ تفہیم القرآن: ج ۴، حاشیہ ۷ (ج)

۱۱۔ ص: ۶۵

۱۲۔ ص: ۷۰

۱۳۔ الحج: ۵۱

۱۴۔ تفہیم القرآن: جلد ۳، حاشیہ ۹۴/۹۵

۱۵۔ تدبر قرآن: جلد ۵، الحج: ص ۲۶۷

۱۶۔ السباء: ۴۶

۱۷۔ تفہیم القرآن: جلد۴، حاشیہ ۶۶
۱۸۔ تدبر قرآن: جلد۵، السباء: ص ۳۳۷/۳۳۸
۱۹۔ ھود: ۲
۲۰۔ الاحزاب: ۴۵/۴۶
۲۱۔ تدبر قرآن: الاحزاب: جلد۵، ص ۲۴۱
۲۲۔ راغب اصفہانی۔ المفردات: ص ۱۰۳۷
۲۳۔ الشعراء: ۲۱۴
۲۴۔ تدبر قرآن: الاحزاب: جلد۵، ص ۲۴۲
۲۵۔ المدثر: ۱،۲
۲۶۔ معروف ومنکر: ص ۱۴۷
۲۷۔ مریم: ۹۷
۲۸۔ بخاری: ج ۳، کتاب العلم، باب فصل من علم وعلم
۲۹۔ الانعام: ۱۹
۳۰۔ النجم: ۳،۴
۳۱۔ الاحقاف: ۳۱
۳۲۔ النساء: ۸۰
۳۳۔ الاحزاب: ۲۱
۳۴۔ بیہقی۔ السنن الکبری: ج ۱۰، ص ۱۱۴، رقم ۲۰۱۲۳
۳۵۔ ابن ہشام: ج ۱، ص ۳۵۹
۳۶۔ البقرہ: ۲۱۳
۳۷۔ بخاری: ج ۳، کتاب التفسیر تفسیر تبت یدا ابی لھب
۳۸۔ بخاری: ج ۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ
۳۹۔ ابن کثیر۔ البدایہ والنھایہ: ج ۳، ص ۴۴
۴۰۔ موطا امام مالک۔ باب حسن الخلق
۴۱۔ بخاری: ج ۲، کتاب المناقب، باب قصہ السلام ابی ذرؓ
۴۲۔ ابن ہشام: ج ۱، ص ۲۸۹
۴۳۔ بخاری: ج ۱، کتاب علم، باب فضل من علم وعلما